تحریک آزادی کے مجاہد عبدالرزاق کی داستان اسیری

(مرتب) سید وقار علی شاہ

آج جبکہ ہماری آزادی کو پچاس برس ہو گئے ہیں پاکستان اور ہندوستان دونوں ملکوں میں جشن آزادی اپنے پورے جوش و خروش کے ساتھ منایا جا رہا ہے۔ اس موقعہ پر تحریک آزادی میں شامل متوالوں کے کارنامے بھی ہر مجلس میں زیب داستان ہیں۔ ذیل میں تحریک آزادی کا ایک گم گشتہ ورق پیش کیا جا رہا ہے جس میں تحریک آزادی کے ایک مجاہد' خدائی خدمتگار تحریک کے عبدالرزاق جن کا تعلق پشاور سے تھا' نے اپنے ہری پور جیل میں ایام اسیری اور اس کے پس منظر کو بیان کیا ہے۔ ان کے حالات سے پتہ چلتا ہے کہ ان آزادی کے متوالوں کو تہذیب کے نام لیواؤں نے کیسے کیسے تشدد کا نشانہ بنایا اور یہ لوگ سب کچھ عزم و استقلال سے برداشت کرتے رہے کیونکہ ان کو اس بات پر پورا یقین تھا کہ ان کے عزم و حوصلے کا پھل یقیناً اللہ تعالیٰ ان کو برطانوی استعمار سے آزادی کی صورت میں دے گا۔

۲۵ دسمبر ۱۹۳۱ء کو جب عبدالغفار خان اور سرحد کے سرکردہ لیڈروں کو رات کے وقت گرفتار کیا گیا تو اس کے بعد سرحد کے کونے کونے میں ظلم و ستم کا بازار گرم کر دیا گیا۔ ضلع پشاور میں تمام افواج اور رسالے کو چار حصوں میں تقسیم کیا گیا۔ ۲۵ دسمبر کی رات کو بہ یک وقت ان پانچ مقامات پر نہایت ظالمانہ طریقے سے حملے کئے گئے۔ یعنی تحصیل پشاور' تحصیل صوابی' تحصیل مردان' تحصیل چارسدہ اور تحصیل نوشہرہ۔ میں پہلے تحصیل پشاور کے حملے کے متعلق ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ سردی کا موسم تھا۔ پشاور میں سردی کے موسم میں بہت سخت سردی پڑتی ہے۔ ہر ایک آدمی اپنے اپنے گھر میں اپنے بال بچوں کے ساتھ آرام سے سو رہا تھا۔ آخر شب قریباً" تین بجے کا وقت تھا جبکہ مہمند قوم کے ایک بڑے گاؤں کا محاصرہ کیا گیا۔ رسالے کو گاؤں کے ارد گرد کھڑا کیا گیا اور تمام پیادہ سپاہ جس میں انگریزی سپاہ کی اکثریت تھی گاؤں کے اندر داخل ہو گئی۔ گاؤں میں جو بھی اونچا مکان نظر آتا تھا مالک مکان کو بغیر خبر دیئے ہوئے مکان کی چھت پر چڑھ جاتے تھے۔ اس طرح پٹھانوں کے پردہ و ناموس کو ان لوگوں نے برباد کیا۔ جو غریب لوگوں کے مکانات تھے ان میں گھس کر مارپیٹ سے بے چاروں کو ننگے سر اور ننگے پاؤں نکالتے تھے۔ اس طرح ہر ایک گھر کے مردوں اور لڑکوں کو نکال کر مارتے پیٹتے ہوئے خدائی

خدمتگاروں کے دفتر میں جمع کیا گیا۔ دفتر میں گوروں کا پہرا لگا ہوا تھا۔ جب کسی آدمی کو اندر لایا جاتا تھا تو یہ پہرے والے گورے اس کو (Gandhi thief) کے نام سے پکارتے ہوئے ایسی لاتیں مارتے تھے کہ اس غریب کو بے ہوش کر دیتے۔ پھر اس کو دفتر کے کوٹھے (room) میں ڈال دیتے تھے۔ پھر سفید پوشوں کو کہا گیا کہ ان کو گالی دو۔ انہوں نے انکار کیا تو ان کو مارا پیٹا گیا۔ چار پانچ گھنٹے تک ظلم و ستم کا بازار گرم رہا۔ اس کے بعد سرخپوشوں کو پکڑ کر جیل لے جایا گیا اور باقیوں کو چھوڑ دیا گیا۔ خدائی خدمتگاروں کے دفتر کو آگ لگا کر راکھ کر دیا گیا۔ اسی طرح علاقہ مہمند میں بہت سے گاؤں کے ساتھ یہ ظالمانہ سلوک کیا گیا۔

تحصیل صوابی: چونکہ تحصیل صوابی کے لوگ پہلی سول نافرمانی کے امتحان میں نہایت اعلیٰ اور شاندار کامیابی سے ہمکنار ہوئے تھے اس واسطے تمام ہندوستان میں تحصیل صوابی پر بہت سخت ظلم و تشدد کیا گیا۔ مانیری گاؤں جو کہ اس تحصیل میں سب سے بڑا ہے، انگریزوں نے پہلے اس کو محصور کیا۔ گاؤں کے سب مردوں اور لڑکوں کو ایک میدان میں جمع کیا گیا اور گوروں نے ان کو بلا امتیاز تشدد کا نشانہ بنایا پھر سرخپوشوں کو ایک طرف جدا کیا اور روز روشن میں میدان کے عین درمیان جہاں پر مرد اور عورت تمام اکٹھے ہوئے تھے ٹکٹکی لگائی گئی۔ پھر ایک سرخپوش کو نکال کر بالکل ننگا کر دیا گیا اور ٹکٹکی پر باندھا گیا۔ اور نہایت زور سے پیٹنا شروع کیا۔ یہاں تک گوشت پھٹ گیا اور دریا کی طرح خون رسنے لگا۔ پھر بھی ان ظالموں اور ستمگروں نے اس حالت میں بھی نہ چھوڑا۔ اس طرح ان تمام سرخپوشوں کو پیٹا گیا۔ پھر اسی حالت میں یعنی بالکل ننگے گاؤں سے نکال کر چار پانچ میل تک ان کو دوڑایا گیا اس کے بعد ان کو بوریوں میں ڈال کر لاریوں میں پھینک دیا گیا اس کے بعد ان کو جیل خانے میں ڈال دیا گیا۔

زروبی: تحصیل صوابی میں واقع ہے۔ اس گاؤں کو بھی اس طرح محصور کیا گیا، سفید پوش اور سرخپوش تمام کو گاؤں کے باہر جمع کیا گیا جس میں کہ حکومت کے چند خیر خواہ بھی شامل تھے۔ خیر ان تمام افراد کو خوب زد و کوب کیا۔ پھر سفید پوشوں اور سرخپوشوں کو علیحدہ کیا گیا۔ اس کے بعد دو افسر آ کر ان کو کہنے لگے کہ ایک دوسرے کو گالی دو۔ انہوں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ جس پر ان بے چاروں کو پھر لاٹھیوں سے پیٹا گیا۔ ان مہذب افسروں کے نام مسٹر لیپر اور گل مست تھے۔ ہر ایک سرخپوش کو

ٹکٹکی پر باندھ کر قریباً چالیس یا پچاس بید لگائے گئے۔ پھر ان کو نہر میں جو کہ پانی سے لبریز تھی پھینکا گیا۔ چونکہ جنوری کا مہینہ تھا اس لئے سردی ناقابل برداشت تھی۔ جس کی وجہ سے کئی خدائی خدمتگار بے ہوش ہو کر نمونیہ میں مبتلا ہو گئے۔ جو ہوش میں تھے ان کو جیل بھیج دیا گیا۔ ان میں کئی آدمی سخت زخمی تھے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ صوبہ سرحد کے کسی باشندے نے بھی تشدد کے راستے کو اختیار نہیں کیا تھا۔ باوجود اس عدم تشدد کے انگریزی حکومت نے اپنے مفلس اور مظلوم رعایا کے ساتھ نہایت ہی بے رحمانہ اور ظالمانہ سلوک روا رکھا۔

ادینہ: تحصیل صوابی میں واقع ہوا ہے اس گاؤں پر جب رات کے وقت انگریزی سپاہ نے حملہ کیا تو ان بے چاروں کو پہلے سے ہی معلوم تھا کہ آج ہم نے قصاب خانے میں جانا ہے۔ اس لئے وہ لوگ بہت جلد جمع ہوئے۔ بلا امتیاز سرخپوشوں اور سفید پوشوں پر لاٹھیاں برسائی گئیں۔ سرخپوشوں کو سفید پوشوں سے جدا کیا گیا اور عین گاؤں کے درمیان ان کو اکٹھا کیا گیا۔ سب سرخپوشوں سے کپڑے اتروا کر انہیں برہنہ چھوڑ دیا گیا اور جو کوئی کپڑے اتروانے میں پس و پیش کرتا تو اس کو اتنا پیٹتے کہ پیٹنے میں ہی اس کے سب کپڑے ریزہ ریزہ ہو جاتے تھے۔ پھر ان میں سے ایک سرخپوش کو نکال کر اس کے اپنے گھر میں لے گئے۔ جہاں پر اس کے سب اقربا یعنی والدہ بیوی بہن سب موجود تھے' اس بے چارے کو اسی حالت میں کوٹھے پر چڑھا کر کہنے لگے "لو اپنے اقربا کو اپنا بدن دکھاؤ" اس کے جسم کا ہر اندام نظر آتا تھا۔ انہوں نے اپنے خیال میں اس کو بہت شرمندہ کیا لیکن آفرین ہے کہ اس بہادر پٹھان نے ہمت نہیں ہاری۔ کہنے لگا کہ اے تہذیب کے ٹھیکیدارو! اب ہم سمجھ گئے ہیں اور تم ان معمولی باتوں پر ہمیں پسپا نہیں کر سکتے ہو۔ تم کو معلوم ہونا چاہئے کہ یہ میرے بدن کے وہی اعضاء ہیں جن کو انہوں نے میرے ایام طفولیت میں دیکھا تھا۔ میرے لئے یہ کوئی شرم کی بات نہیں ہے۔ اس لئے کہ ابھی تو ہم نے اپنے وطن کی خاطر بہت کچھ برداشت کرنا ہے۔ انگریز افسر اس پر بہت شرمندہ ہوئے اور ان کے گھر سے نکل گئے۔ پھر باقی ماندہ سرخپوشوں کو مار پیٹ کر جیل خانے لے گئے۔ اس کے بعد پھر ایک نزدیکی گاؤں میں داخل ہو گئے۔ جہاں پر بہت سے سرخپوش خدائی خدمتگار رہتے تھے۔ چونکہ ہر ایک سرخپوش جیل جانے کے لئے تیار تھا اس لئے تمام سرخپوش ان کے آنے سے پہلے ہی مسلسل ایک لائن میں کھڑے تھے۔ جب یہ ظالم اور خونخوار ان کے نزدیک پہنچ گئے تو بلا قصور ان کو لاٹھیوں سے

مارنا شروع کیا۔ وہ بے چارے بت کی طرح کھڑے تھے۔ کئی اشخاص ان میں سے زخمی ہو کر گر گئے۔ باقی اسی طرح ہمت اور استقلال سے جواب کے منتظر تھے۔ پھر ان سب کے کپڑے اتروائے گئے۔ کڑاہی میں تیل ڈال کر اس کو خوب جوش دیا گیا۔ پھر اس گرم تیل میں جھاڑو ڈبو کر ان مظلوموں پر چھڑکنے لگے۔ باوجود اتنے ظلم و ستم کے وہ غیور پٹھان معافی کے خواستگار نہ ہوئے اور ہر طرح کی مصیبتوں اور تکلیفوں کو برداشت کیا۔ بعد ازاں ان کو بھی حوالات بھیج دیا گیا۔ پھر دوسرے گاؤں میں گئے یہاں بھی ہر ایک خدائی خدمتگار اپنے مادر وطن کی محبت مین جوش و خروش سے کمربستہ تھا۔ چونکہ ان ظالموں کا منشا تھا کہ ان خدائی خدمتگاروں کو معافی اور پشیمانی پر مجبور کریں اس لئے ان کو تکلیف پہنچانے کے لئے نئی نئی قسم کے ترکیبیں مہیا کرتے تھے۔ لیکن الحمد للہ یہ غیور پٹھان نہایت ہمت اور استقلال سے ہر قسم کے مصائب کو برداشت کرتے گئے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ مجھ کو پٹھانوں کے اس ہمت اور صبر نے نہایت زیادہ متحیر کر دیا۔ یہ وہ پٹھان تھے کہ معمولی سی بات پر انسان کو گولی کا نشانہ بناتے تھے۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور سرحدی گاندھی عبدالغفار خان کی محنت اور پے درپے کوشش تھی ۔ اللہ تعالیٰ ان کو آزاد کرے۔ مندرجہ بالا گاؤں والوں کے لئے جنگل سے بہت کانٹے لائے گئے اور اس کو خدائی خدمتگاروں کے سامنے رکھ کر کہنے لگے اب تمہاری موت آئی ہے یا پھر معافی مانگو۔ کانٹوں پر نگاہ ڈالتے ہوئے ان بہادر پٹھانوں نے جواب دیا کہ "اے ظالم ابھی ہمارے تن میں روح ہے۔ ہم کو ان معمولی چیزوں سے مت ڈراؤ"۔ یہ سنتے ہی انہوں نے ان بے چاروں کو ان کانٹوں پر ڈالدیا اور ان کے اوپر بوٹوں سمیت تمام سپاہی ان خدائی خدمتگاروں پر پھرنے لگے۔ تاہم انہوں نے ہمت نہ ہاری۔ باقاعدہ اپنی آواز کو بلند کرتے رہے۔ پھر ان کو بھی جیل لے گئے۔ اس پیمانے پر صوابی کے قریبا" ہر ایک گاؤں کے ساتھ یہ ظالمانہ اور بے رحمانہ سلوک کیا گیا۔ چونکہ تمام سرخپوشوں کے واسطے ان کے پاس جگہ نہیں تھی اس لئے سب کو جیل خانے نہیں لے جاتے تھے۔ صوابی کے ہر ایک گاؤں میں بیس تیس ایڈیشنل پولیس کی تعزیزی چوکی لگائی ہوئی تھی۔ گاؤں کے لوگوں سے وہ جبرا" آٹا، گھی اور مرغی اور بکرے لیا کرتے تھے۔ اگر مندرجہ بالا چیزوں میں کچھ پس و پیش ہوتی تو پھر لاٹھیوں کا وار شروع ہو جاتا۔ صبح کو باقی ماندہ سرخپوشوں کو بھیڑوں کی طرح گھروں سے نکالتے تھے اور بلا مزدوری سڑکوں پر کام کرواتے تھے۔ شام کو اپنے گھروں کو رخصت کر دیتے تھے۔ یہ ان بے

چاروں کی حالت تھی۔ چنانچہ ابھی تک یہ ظلم ان پر جاری ہے۔ آج کل کے مظالم جو کہ صوبہ سرحد کے ہر اس گاؤں پر جہاں سرخپوش رہتے ہیں مندرجہ ذیل ہیں:۔ رات کے وقت پولیس ہر ایک گاؤں میں جاتی ہے اور پٹھانوں کے حجروں میں مہمانوں کو تلاش کرتی ہے۔ جہاں کہیں مہمان ہو پہلے تو اس کو چارپائی پر ہی خوب پیٹتے ہیں پھر حجروں میں سونے والوں کو بندوق کے بٹ سے مارتے ہیں اور پھر زبردستی ان کو اپنے بستر دے کر حجرے سے نکال دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جاؤ اپنے گھروں میں سو جاؤ۔ پھر مہمان کو ساتھ لے کر بلا قصور پولیس حوالات میں ڈال دیتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ پولیس کو شک ہوتا ہے کہ شاید یہ سرخپوش ہو اور کسی دوسرے گاؤں سے پکٹنگ یا جلوس کے واسطے کاغذ لایا ہو۔ دو تین دن اس کو حوالات میں رکھتے ہیں اور تحقیقات کرنے کے بعد اس کو رہا کر دیتے ہیں۔ یہ تو پبلک کے ساتھ حکومت کا سلوک ہے۔

پبی: تحصیل نوشہرہ میں واقع ہے۔ جنوری کے مہینے میں جب سرخپوشوں کو پکٹنگ کا حکم ہوا تو بہت سے غیور نوجوان پٹھان میدان میں نکلے۔ یہیں سے بدیشی مال پر پکٹنگ شروع ہوا۔ دو جوان اول پکٹنگ کے لئے نکلے۔ جونہی وہ دکان پر کھڑے ہوئے ظالم پولیس نے نہایت بے رحمانہ طریقے سے لاٹھیوں سے ان پر وار کرنا شروع کیا۔ ان بے چاروں کو اتنا مارا کہ بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑے۔ ان میں سے ایک نے وہیں جام شہادت نوش کیا' دوسرا زخمی ہوا تو وہاں سے اٹھوا دیا گیا۔ لیکن آفرین ہے ان باقی ماندہ پٹھانوں پر جو کہ پکٹنگ کے لئے آئے تھے' اپنے پروگرام کے مطابق پکٹنگ پر جاتے رہے اور زخمی ہوتے گئے۔ لیکن ان کی ہمت میں کچھ کمی واقع نہ ہوئی۔ یہاں تک کہ سب کے سب پکٹرز زخمی ہو گئے۔ اس طرح جب پشاور شہر میں پکٹنگ شروع ہوئی تو مختلف دیہاتوں سے پکٹنگ کے لئے سرخپوش فصیل سے باہر جمع ہو گئے۔ تین مواقع پر پکٹنگ جاری ہوئی۔ پہلی پکٹنگ شراب کی دکانوں پر تھی۔ ہر ایک دکان پر دو سرخپوش کھڑے ہوئے۔ جونہی انہوں نے نعرہ تکبیر اور نعرہ انقلاب بلند کیا تو ظالم پولیس نے بحکم انگریز افسران پر لاٹھیوں سے وار کرنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ زخمی ہو کر گر گئے۔ پھر ان کو اٹھا کر خونی دروازے کے کوتوال میں لے گئے۔ اس طرح تمام سرخپوش پکٹرز کو زخمی کرتے رہے اور کوتوالی میں جمع کرتے گئے۔ دوسرے دن ایڈیشنل مجسٹریٹ نے ان کو بیس بیس' تیس تیس روپیہ جرمانہ کیا چونکہ وہ سب کے سب غریب اور لاچار تھے اس لئے جرمانے کو ادا نہ کر سکے اس وقت

تو ان کو رہا کر دیا گیا مگر پھر چوتھے دن پولیس بمعہ تحصیلدار ان کے دیہاتوں میں گئی جن کے اپنے گھر تھے ان کے مکانوں کی چھتوں سے تمام لکڑی نکال کر نیلام کر دی گئی اور جن کے اپنے مکان نہیں تھے اور دوسروں کے مکانوں میں رہتے تھے تو جن کے مکانوں میں رہتے تھے ان بے چاروں سے جبراً وہ جرمانہ وصول کیا گیا۔ اس طرح جو سرخپوش پکٹنگ کے لئے باہر دیہاتوں سے آتے تھے ان کے ساتھ مندرجہ بالا سلوک کیا جاتا تھا اور اب بھی کیا جاتا ہے۔

خان عبدالغفار خان نے دس مہینے کی متواتر کوشش سے صوبہ سرحد کے سرخپوشوں میں نہایت اعلیٰ درجے کی تنظیم ڈالی تھی اور صوبہ سرحد میں ایسا کوئی گاؤں نہیں تھا جس میں سرخپوش تحریک نہیں تھی اس لئے ہر ایک گاؤں میں تنظیم کے لئے ایک ایک دفتر بنایا ہوا تھا۔ چونکہ ایک گاؤں میں ایک دفتر ہوا کرتا تھا اس لئے اس پر روپیہ بھی بہت خرچ ہوتا تھا۔ ان دفتروں کے ذریعے تمام سرخپوشوں کی تنظیم نہایت اعلیٰ پیمانے پر تھی۔ جس وقت کہ مہربان حکومت نے آرڈیننس جاری کیا تو دیہاتوں پر پولیس کے حملے شروع ہو گئے۔ جس جس گاؤں میں یہ مہذب حکومت گئی اس گاؤں کے خدائی خدمتگاروں کے دفتر کو جلا کر راکھ کر دیا ہے۔ میرے خیال میں بہت کم ایسے دیہات ہوں گے جن میں دفتروں کو نہیں جلایا گیا۔ اگر کسی کو اعتبار نہیں تو وہ بلا روک ٹوک اس کی تحقیقات کر سکتا ہے۔ بعض ایسے دیہات بھی ہیں جن پر ابھی حکومت کے خیرخواہوں کا قبضہ ہے۔ اس کے علاوہ صوبہ سرحد میں قریباً ساڑھے تین لاکھ سرخپوش تھے جو کہ سب کے سب عدم تشدد اور کانگرس کے اصولوں کے حامی تھے۔ جنہوں نے انگریزوں کے قصاب خانے میں سخت سے سخت مصیبت میں بھی ہاتھ پیر تک نہیں ہلایا۔ نامعلوم کہ خان عبدالغفار خان نے ان تشدد پسند پٹھانوں پر عدم تشدد کا کیا جادو کر دیا ہے جس کے ذریعے انہوں نے تمام دنیا کو متحیر کر دیا ہے۔ آفرین صد آفرین صد رحمت ان کے کارناموں پر۔

میں آج نہایت پرامید آواز سے دنیا کو خبر دیتا ہوں کہ یہی غیور پٹھان جو کہ ۱۸۵۷ء کے غدر میں انگریزوں کی کامیابی کا باعث ہوئے تھے آج انشاء اللہ تعالیٰ ہندوستان کی آزادی کا باعث ہو جائیں گے اور کیوں نہ ہوں گے جبکہ انہوں نے اپنی زندگی کو اپنی قوم اور وطن کے لئے قربان کیا ہے اور جو خدا کے احکام کو پورا کرنے کی کوشش کرتا ہے خدا بھی اس کا مددگار ہوتا ہے۔

قصاب خانہ ہری پور جیل: بتاریخ پچیس دسمبر ۱۹۳۱ء جبکہ مہذب حکومت نے گرفتاریاں شروع کیں

تو ان کا خیال تھا کہ سرکردہ لیڈروں کو گرفتار کرلیں گے باقی خدائی خدمتگاران خود بخود دم بخود ہو جائیں گے۔ لیکن ان کی تجویز کے برخلاف کارروائی عمل میں آئی۔ پچیس دسمبر کی رات کو انہوں نے صوبہ سرحد کے تمام سرکردہ لیڈروں کو اپنے پروگرام کے مطابق ایک ہی وقت گرفتار کیا جنکی تعداد ایک سو پچاس تھی۔ پہلے دو تین دن ان کو "بی کلاس" کا کھانا دیا گیا۔ لیکن جب خدائی خدمتگاروں کے قافلے نے میدان جنگ میں قدم بڑھایا تو جیل خانے کے عملے کا طرز عمل درجہ بدرجہ خراب ہوتا رہا۔ ہر روز سو دو سو کا چالان جیل خانے میں آتا رہا۔ تقریباً پانچ سو قیدی جب جیل میں جمع ہو گئے تو ان کے حواس باختہ ہو گئے اور یہ تجویز نکالی گئی کہ ہر طرح سے ان مظلوم خدائی خدمتگاروں کو تکالیف اور اذیتیں پہنچائی جائیں تاکہ مجبور ہو کر معافی کے طلبگار ہو جائیں اور جیل سے نکلنے پر آمادہ ہو جائیں۔ اس روز سے بستر اور روٹی دینا بند کر دیا۔ جنوری کا مہینہ تھا شدت کی سردی پڑ رہی تھی۔ خصوصاً ہری پور کی سردی بہت سخت مضر صحت ہے۔ کئی خدائی خدمتگار زیادہ سردی کی وجہ سے نمونیا کے مرض میں مبتلا ہو گئے اور باقی خدائی خدمتگار روٹی نہ ملنے پر اتنے کمزور ہو گئے کہ اپنے اپنے مقامات سے ہلنے کی ہمت بھی نہ تھی۔ آخر کار جب ان مظلوموں کی آہ و فغاں کی فریاد آسمان تک پہنچ گئی تو مسٹر پرمانند سپرنٹنڈنٹ جیل کے دل میں رحم آیا اور ایک ایک ہلکی چپاتی چوتھے دن دی گئی جس سے کہ ان کی روح کو کچھ تقویت مل گئی۔ لیکن روٹی دینا پھر بند کر دیا۔ اس کے علاوہ سردی کی شدت نے ان بے چاروں کو بہت پریشان کیا۔ اس کے باوجود غیور پٹھان اپنے سچے وعدے پر ہمت اور استقلال سے ڈٹے رہے۔ چند دنوں بعد ان کو ایک کمبل بمشکل مل گیا۔ لیکن ایک ایک کمبل میں ہری پور جیسی جگہ پر کہاں گذارا ہو سکتا تھا۔ بیماروں کی تعداد بڑھتی چلی جا رہی تھی اور قیدیوں کی یہ حالت تھی کہ چار دن بعد ایک چپاتی ملتی تھی۔ چنانچہ ہری پور جیل جو کل پندرہ سو قیدیوں کے لئے بنائی گئی تھی اس وقت خدائی خدمتگار قیدیوں کی تعداد بڑھتی بڑھتی پندرہ ہزار تک پہنچ گئی اور روزانہ دو سو تین سو چالان مزید آیا کرتے تھے۔ گو اکثر ان میں زخمی لوگ آیا کرتے تھے۔ وہ بے چارے باہر سے بھی ستم رسیدہ آتے تھے لیکن جیل کے ظلم نے ان کو اور بھی بدحال کر دیا۔ جہاں تک میرا خیال ہے گورنمنٹ ایسا کرنے پر مجبور تھی کیونکہ اتنی بڑی خلقت کا انتظام کرنا کچھ آسان بات نہیں تھی اس واسطے حکومت چاہتی تھی کہ کسی طرح خدائی خدمتگاروں میں کمی واقع ہو جائے لیکن خدائی خدمتگار حق کی جستجو میں بڑھے چلے

جا رہے تھے۔ بھلا وہ کب باطل کی رکاوٹوں سے منہ موڑ سکتے تھے۔ چند ہی دن میں ماہ رمضان شروع ہو گیا۔ اس مہینے میں لوگوں کو اور بھی تکلیفیں دی جانے لگیں۔ مسٹر برائیڈلے جو کہ صوبہ سرحد کے تمام جیلخانہ جات کا انسپکٹر جنرل تھا اور اب بھی اس عہدے پر مقرر ہے تشریف لایا۔ اس کے ظلم اور ستم نے قیدیوں کے دلوں میں بہت نفرت پیدا کر دی تھی۔ اس دن (اس کے آنے کی خوشی میں) تیرہ خدائی خدمتگاروں کو بید لگائے گئے۔ پھر عبیداللہ خان' خان عبدالغفار خان کے بھتیجے کو احاطہ سے نکالا گیا۔ ان کو مسٹر برائیڈلے نے کہا اب تمہاری باری ہے تیار ہو جاؤ۔ خان موصوف نے کہا "میں بالکل تیار ہوں۔ میں ایسی باتوں سے نہیں ڈرتا"۔ پھر مسٹر برائڈلے نے کہا کیا میری قوت کو مانتے ہو یا نہیں۔ اگر تم لوگ آئندہ اس کام سے باز نہیں آؤ گے تو ہمیشہ کے لئے یہی سزا ہو گی۔ خان صاحب نے کہا "ہم قوم اور وطن کے لئے ہر مصیبت برداشت کرنے کے لئے تیار ہیں یہ تو ابھی معمولی مصیبت ہے"۔ اس کو پھر واپس جانے کا حکم دیا۔ رات کو بھی ایک ایک ہلکی چپاتی دی گئی۔ بارکوں میں باقاعدہ پانی ڈال دیا گیا' کوٹھڑیوں میں بند کئے ہوئے یہ تیسرا روز تھا کہ کسی نے نہ اذان دی تھی اور نہ نماز ادا کرنے کی اجازت تھی۔ بعض صاحبان فرماتے ہیں کہ انگریزی حکومت میں مذہب کی آزادی ہے۔ چوتھے دن پھر بیڑیاں لگانا شروع کر دی گئیں اور کپڑے دھلانا تاوان کا فرض تھا۔ مارپیٹ میں بالکل کمی واقع نہیں ہوئی۔ بارش روزانہ برس رہی تھی۔ کپڑوں کو بھی نہیں سکھا پاتے تھے اور ان کے پاس صرف ایک کمبل ہوتا تھا۔ بارہ بارہ بجے تک گنتی کیا کرتے تھے کیونکہ ان میں اتنی لیاقت نہیں تھی کہ ایک ہی بار گنتی کر سکتے۔ اس طرح ان بے چاروں کو چار چار گھنٹے تک باہر سردی میں بیٹھنا پڑتا تھا اور صبح کو پانچ بجے سے پہلے جگایا کرتے تھے۔ سات آٹھ دن یہی حال رہا۔ لیکن سب کے سب نہایت صبر و ہمت سے سب کچھ برداشت کرتے رہے۔ عید کے دن صبح کو سب خدائی خدمتگار خدا کی درگاہ میں سربسجود ہو گئے اور یہ عرض کی کہ اے خالق مخلوق آپ پر سب کچھ ظاہر ہے ہمارا کوئی حق نہیں کہ آپ کے سامنے شکایت کریں۔ ابھی عید کی نماز ادا نہیں کی تھی کہ خبر آئی کہ سپرنٹنڈنٹ جیل اور داروغہ کی موٹر ایبٹ آباد جاتے ہوئے پہاڑ سے گر پڑی۔ داروغہ سخت زخمی ہے اور سپرنٹنڈنٹ اسی وقت دم بخود ہو گیا۔ یہ واقعہ بھی گذر گیا۔ ہمیں عید کے دن دال اور دو دو چپاتی دی گئی۔ عید کے دن کام نہیں لیا گیا۔ دوسرے دن پھر وہی بیڑیوں کا سلسلہ جاری رہا اور سب قیدیوں کو کام پر لگا دیا گیا۔

چکیاں، کولہو وغیرہ پر آدمی لگا دیئے گئے جو باقی بچے ان سے ادھر ادھر کی زمین کھدوانا شروع کر دی۔ مقرر کام سے زیادہ کام لیتے تھے جو کوئی بھی چکی پیسنے میں کچھ سستی کرتا تھا مارپیٹ شروع ہو جاتی۔ ملازم سر پر کھڑے رہتے تھے کسی کو دم تک نہیں لینے دیا جاتا تھا۔ چونکہ میں نے بچوں کے متعلق کچھ نہیں کہا اس لئے یہاں پر ان کا ذکر کرنا بھی ضروری ہے۔ قریباً" ہمارے ساتھ جیل میں آٹھ سو لڑکے تھے۔ ان سب کی عمریں مختلف تھیں لیکن سولہ سترہ سال سے کوئی بھی زیادہ نہیں تھا۔ ان میں سے کئی ایسے لڑکے بھی تھے جن کی عمریں دس دس سال تھیں۔ ان میں سے قریباً" پانچ سو کو بیڑیاں لگائیں گئیں۔ لڑکوں میں سے صرف دو کو بید لگائے گئے۔ لڑکوں کو صبح سویرے پانچ بجے اٹھاتے تھے سردی میں باقاعدہ دو دو گھنٹے دوڑاتے تھے پھر ان کو چار پانچ میل باہر لے جاتے اور وہاں سے ریت اور اینٹیں اٹھوا کر لاتے تھے جو کوئی بھی ان میں سے چلنے میں یا ریت لانے میں سستی کرتا تو جلاد اس کے سر پر کھڑا رہتا تھا اور اتنا مارتا تھا کہ وہ بے چارہ بے ہوش ہو کر گر پڑتا تھا۔ چونکہ تمام کے تمام لڑکے باہر نہیں جا سکتے تھے اس لئے جو باقی رہ جاتے تھے ان سے جیل کے اندر کیچڑ بنانے کا کام کرواتے تھے۔ کوئی پانی لاتا تھا، کوئی مٹی لاتا تھا اس طرح وہ بچے اس ناقابل برداشت مصیبت میں مبتلا تھے۔ سب احاطوں میں لکیریں ڈالی گئی تھیں۔ وہ لکیریں ان کے لئے مقررہ حدود تھیں کہ ان لکیروں سے باہر کوئی قدم نہیں رکھ سکے گا۔ یعنی جب کام سے فارغ ہو جاتے تو ایک ایک گز کی حدود میں بیٹھ جاتے تھے۔ کسی کو اجازت نہیں تھی کہ بغیر حکم ملازم کے اس لکیر سے باہر جاتا۔ ڈیڑھ ماہ تک ہمارے ساتھ یہی سلوک کیا گیا۔ اس دوران ایک مسلمان سپرنٹنڈنٹ تعینات ہوا۔ بظاہر وہ نرم دل معلوم ہوتا تھا لیکن اس کی پالیسی بھی بہت سخت تھی۔ نہایت سختی سے کام لیا کرتا تھا تاہم قیدی کا جو حق تھا وہ اب آہستہ آہستہ ادا کرتا رہا لیکن مارپیٹ اور گالی گلوچ میں کچھ کمی نہیں ہوئی۔ قریباً" دو مہینے بعد تحقیقات کرنے کے لئے ایک کمیٹی مقرر ہوئی ان میں سے بعض خدا پرست آدمی بھی تھے انہوں نے باہر جا کر حق بیانی کی۔ پھر اس دن کے بعد ہماری حالت اچھی ہونے لگی۔ تاہم چھ مہینے تک ہماری حالت اس مقام تک نہیں پہنچی تھی جو کہ ایک قیدی کے اصل حقوق ہوتے ہیں۔ ہماری خط و کتابت بالکل بند تھی۔ ملاقات کی اجازت نہ تھی۔ باہر سے جو بیچارے ہمارے حالات سے آگاہ ہو کر حقیقت معلوم کرنے کے لئے آتے تھے تو ان کو اس کی کچھ خبر نہیں تھی کہ کیا ہو رہا ہے۔ وہ جیل کے باہر سہمے بیٹھے رہتے تھے۔

پولیس اور جیل کے ملازم ان کو پکڑ لیتے تھے جو کچھ ان کے پاس ہوتا تھا وہ چھین لیا کرتے تھے اور دفعہ ۱۰۹ میں چالان کر دیا کرتے تھے۔ یہ تو باہر کے لوگوں سے ان کا سلوک تھا۔ نو مہینے تک نہ ہم باہر کے حالات سے آگاہ ہوئے اور نہ ہی باہر کے لوگ ہمارے حالات سے آگاہ ہوئے۔ ہم بالکل بے سرو سامانی میں پڑے ہوئے تھے۔ نو مہینے کے بعد جب ہم نے بھوک ہڑتالیں شروع کیں اور بہت سے قریب المرگ ہو گئے تو سپرنٹنڈنٹ نے انسپکٹر جنرل جیلخانہ جات کو خبر دی وہ خود آیا تمام حالات کو دیکھا۔ اس وقت کونسل میں بھی اس کے متعلق سوالات کئے گئے تھے اور پروپیگنڈا بھی ہو چکا تھا اس لئے اس نے صرف خط و کتابت کی اجازت دے دی لیکن ہم نے اپنی کوششیں باقاعدہ جاری رکھیں۔ قریباً" ایک ماہ کے بعد ملاقات کی اجازت بھی دی گئی۔ اس کے بعد اب جیل کے ہسپتال کا ذکر کرنا ضروری ہے۔ چونکہ ہری پور میں سردی بہت سخت پڑتی تھی اور قیدیوں کے پاس صرف ایک ایک کمبل ہوتا تھا اس لئے بہت سے قیدی نمونیہ کے مرض میں مبتلا ہو گئے اور بعض لوگ ایسے تھے جو کہ جیل آرڈیننس کے وقت بہت سخت زخمی ہوئے تھے۔

جب وہ تہذیب کے ٹھیکیدار واپس تشریف لے گئے تو بعد میں حکم بھیجا کہ روٹی کو ایک چھٹانک کم کیا جائے اور قیدیوں کے لئے احاطوں کے پھاٹک کو کھول دیا جائے تاکہ روٹی کے ساتھ گھاس کھایا کریں۔ چنانچہ اس کے فرمان پر عمل کیا گیا اور قیدیوں کو ایک احاطے سے دوسرے احاطے جانے کی اجازت مل گئی لیکن کھانے پینے کا انتظام اسی پیمانے پر رہا۔ مجھے خوب یاد ہے کہ ایک دن سپرنٹنڈنٹ جیل مہربانی فرما کر پکانے کے لئے شلغم لے آیا اور عین میدان میں اس جگہ رکھ دیئے جہاں سے قیدی گذرتے تھے۔ وہ بے چارے بھوک کی وجہ سے بہت تکلیف میں تھے انہوں نے جب ان شلغموں کو دیکھا تو اپنے آپ کو سنبھال نہ سکے۔ ایک ایک کر کے اٹھا کر لے گئے اور اس طرح ان شلغموں کو ختم کیا۔ چند دن بعد "بی کلاس" بنائی گئی جس میں قریباً" کل دس بیس افراد موجود تھے۔ اس کے واسطے ایک ٹھیکیدار مقرر کیا گیا جو کہ باہر سے سامان لایا کرتا تھا۔ "سی کلاس" والوں کو ٹھیکیدار سے سامان خریدنے کی اجازت مل گئی۔ اس لئے تمام "سی کلاس" والے قیدیوں نے اپنے اپنے گھروں سے پچاس پچاس ساٹھ ساٹھ روپیہ منگوایا۔ اس میں ایسے آدمی بھی تھے جنہوں نے دو دو سو روپے منگوائے۔ گویا کہ ہر کسی نے اپنی حیثیت کے مطابق اپنے لئے پیسے منگوائے۔ ادھر پوشیدہ طور سے جیل کے افسروں

نے نمبرداروں کو اجازت دے دی کہ بے شک تم سیاسی قیدیوں کے ذریعے سے سودا منگا کر بھیجا کرو۔ اس طرح جیل کے اند تجارت کا بازار گرم ہو گیا اور جیل کے Discipline کو نیست و نابود کر دیا گیا۔ جب جیل خانے میں قیدیوں کو کافی آزادی مل گئی اور مسٹر برائیڈلے کو معلوم ہوا کہ ہر ایک قیدی کے پاس روپے ہیں تو ایک دم دیسی اور انگریزی افواج کو منگوا کر جیل کے باہر خیمہ زن کرایا اور جیل خانے میں آ کر اعلان کر دیا کہ چونکہ جیل کا ڈسپلن درست نہیں ہے اس واسطے مجھ کو فوج کے ذریعے سے ڈسپلن درست کرنا ہے یہ کہنا تھا کہ ایک دم تمام فوج جیل کے اندر آ گئی۔ تمام فوج کی تعداد قریباً بیس ہزار تھی۔ یہ بالکل مسلح تھے۔ پہلے انہوں نے جیل کے تمام برجوں پر مشین گنیں چڑھائیں پھر جیل کے ارد گرد کھڑے ہو گئے گویا کہ تمام جیل فوج سے بھر گئی۔ جب سب اپنی اپنی جگہ پر مقیم ہو گئے تو انگریزی فوج اور جیل کے ملازم باقی رہ گئے۔ انہوں نے تمام قیدیوں کو اپنی اپنی بارک میں بند کیا۔ میں اس دن کو کبھی نہیں بھول سکتا' سخت سردی پڑ رہی تھی آندھی چل رہی تھی جہاں تک میرا خیال ہے مینہ بھی برس رہا تھا۔ تمام قیدیوں سے جبراً کپڑے اتروائے گئے اور انہوں نے کمبلوں سے گذارا کیا۔ ان تمام کپڑوں کو پانی میں ڈال کر گیلا کیا گیا۔ ان میں سے جو اچھے اچھے قیمتی کپڑے تھے اس پر جیل کے نمبرداروں نے قبضہ کیا۔ اس طرح بہت سے خدائی خدمتگار بغیر کپڑوں کے رہ گئے۔ یہ سب کپڑے ان کے اپنے تھے کیونکہ جیل کے کپڑے ان کو نہیں ملے تھے۔ جب ان ظالموں اور سفاکوں کو معلوم ہوا کہ اب تمام قیدی بارکوں میں بند ہو گئے تو ایک ایک بارک میں انگریزی فوج اور جیل کے ملازمین گھس گئے۔ پہلے تو قیدیوں سے ان کے روپے اور سامان چھینا گیا اور پھر ان بے چاروں پر بارک کے اندر لاٹھیوں کا نہایت بے رحمانہ طریقے سے استعمال کیا گیا۔ وہاں اس وقت یہ تمیز نہ تھی کہ آیا یہ بوڑھا ہے یا بچہ ہے یا کمزور ہے اور نہ انہوں نے اس بات کی تمیز کی کہ انسان کی یہ جگہ نازک ہے یا سخت ہے۔ پہلے تو ان کو لاٹھیوں سے خوب زد و کوب کیا جب ان میں سے بعض گر پڑے تو ان پر کودنا شروع کیا۔ مجھے وہ وقت خوب یاد ہے کہ کسی کا سر زخمی تھا کسی کا کان زخمی تھا۔ ہر ایک کے بدن سے خون بہہ رہا تھا۔ لیکن آفرین اور ہزار بار تحسین ہو ان غیور پٹھانوں پر کہ انہوں نے بہت ہمت اور صبر سے کام لیا۔ جس وقت مسٹر برائیڈلے کو معلوم ہوا کہ اب یہ لوگ بہت کمزور ہو گئے ہیں تو پھر ایک ایک خدائی خدمتگار کو گھسیٹتے ہوئے میدان میں نکالتے گئے وہاں پر بھی ان کو خوب مارا۔ اس میدان میں

تمام خدائی خدمتگاروں کو پانچ پانچ سیر کی بیڑیاں ڈالی گئیں۔ داروغہ حکم چند، جس نے کہ قیدیوں کے ساتھ بہت وحشیانہ طریقہ اختیار کیا تھا اور مسٹر برائیڈلے انسپکٹر جیلخانہ جات سمیت جیل کا تمام سٹاف موجود تھا، جن قیدیوں کو بیدوں کی سزا دینی تھی ان کو علیحدہ احاطے میں بھیجا گیا اور باقی سب لوگ اپنے اپنے احاطے میں بھیجے گئے۔ چنانچہ سزا دینے والے احاطے میں خان عبداللہ خان اور عنایت اللہ خان (ہدایت اللہ خان) سرحدی گاندھی کے بھتیجے، غلام محمد خان لوند خور جیسے مشہور و معروف لیڈر جمع کئے گئے۔ جب مجھے وہ دن یاد آتا ہے تو اب بھی میرا دل کانپ اٹھتا ہے۔ تقریباً" ساڑھے پانچ بج چکے تھے۔ مینہ برس رہا تھا اور سخت سردی پڑ رہی تھی، احاطوں کے ارد گرد ہندوستانی افواج کا پہرہ لگا ہوا تھا۔ تمام احاطوں کے درمیان ایک گول سا میدان ہے جہاں پر بید لگانے کا انتظام ہوا تھا۔ وہاں پر سب کی سب انگریزی فوج تھی۔ اوپر برجوں پر بھی گورے ٹھیک ہماری طرف نشانہ لگائے ہوئے تیار کھڑے تھے۔ میدان میں کرسیاں لگائی گئیں۔ گورے سنگین چڑھائے تیار کھڑے تھے۔ عین میدان کے وسط میں ٹکٹکی لگائی گئی جس پر قیدی کا ہر عضو باندھ دیا جاتا تھا اور پھر بید لگائے جاتے تھے۔ اس کے بعد تمام قیدیوں کو احاطے میں جنگلے کے قریب بٹھا دیا گیا۔ ان پر ملازمین کو مقرر کیا گیا تاکہ یہ سب کے سب ٹکٹکی کی طرف دیکھیں۔ اگر کوئی نیچے دیکھتا تھا تو اس کے سر پر لاٹھی مارتے تھے۔ چاروں طرف سناٹا چھا گیا۔ کسی کے منہ سے آواز تک نہیں نکلتی تھی۔ نہ کوئی اذان دینے کی جرات کر سکتا تھا۔ نماز کی اجازت بھی نہیں دی گئی۔ مسٹر برائیڈلے کے ساتھ کئی افسر اوپر آ گئے اور کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ اتنے میں دو خوب تندرست آدمی بھی آئے جو کہ سر تا پا سرخ کپڑوں میں ملبوس تھے۔ انہوں نے اپنے چہرے چھپائے ہوئے تھے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ وہ اخلاقی قیدی تھے۔ ایک کا نام گل زمان تھا جو کہ آج کل بھی جیل میں ہے۔ جب یہ سب انتظامات ہو گئے تو پھر داروغہ حکم چند اور چند اور ملازم آتے تھے اور ایک ایک قیدی کو کھینچتے ہوئے لاتے تھے۔ راستے میں اپنی مارپیٹ جاری رکھتے۔ پہلے قیدی کو جب لا گیا گیا تو اس کے تمام کپڑے اتار کر اس کو بالکل ننگا چھوڑ دیا۔ گورے اوپر سے ہنستے تھے ان میں بعض گورے ایسے بھی تھے جو روتے تھے اور بعض ایسے تھے جو نیچے کھڑے تھے لیکن انہوں نے اپنے چہرے دوسری طرف پھیر دیئے۔ اس بے چارے قیدی کو ٹکٹکی پر باندھ دیا گیا، سر جو باندھنے کے قابل نہیں تھا اس کو جیل کے نمبردار نے پکڑ لیا۔ پھر برائیڈلے نے اس کو کہا کہ تمہارے سرخپوش ہی تمہارے

مارنے کے لئے آئے ہیں۔ اس کو بید لگانے شروع کر دیئے' اس کی پشت پر ململ کا ایک باریک کپڑا جو کہ دوائی سے گیلا تھا باندھ دیا۔ حکم چند داروغہ نے کہا خوب مارو۔ وہ لوگ دور سے دوڑ کر بید لگایا کرتے تھے تاکہ خوب زور سے لگے۔ آج تک اخلاقی قیدی کو بھی ایسے سخت بید نہیں لگائے گئے۔ جب پشت پر قریباً" پانچ سے زائد بید لگے تو خون کی دھاریں آسمان کی طرف بلند ہوئیں۔ لیکن صد آفرین اس جوان پر کہ اس نے اف تک نہ کی۔ جب پچیس بید لگ گئے تو وہ بے ہوش ہو گیا۔ اس کو ٹکٹکی سے کھول کر زمین پر لٹایا وہاں سے اس کو اسی سزا والے احاطے میں لے گئے اس احاطے میں چھوٹی چھوٹی کوٹھڑیاں ہیں۔ ایک ایک کوٹھڑی میں چار چار آدمی ڈالے گئے تھے۔ ہر ایک کوٹھڑی میں پانی بھی ڈالا تھا تاکہ اور بھی سردی بڑھ جائے۔ اسی طرح پہلے روز بارہ خدائی خدمتگاروں کو بید کی سزا دی گئی۔ آپ کو یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ یہ ماہ رمضان تھا اور یہ وقت روزہ انطاری کا تھا جبکہ یہ لوگ بید لگا رہے تھے۔ تمام قیدیوں نے خاک سے روزہ انطار کیا اور بھوک سے جب بہت تنگ ہونے لگے تو گھاس کھانے لگے۔ رات کو سب کو اندر بند کر کے تالے لگائے گئے۔ روٹی اور پانی بالکل نہیں دیا گیا۔ رات کو ہر ایک کونے سے فریادوں کی آوازیں آنے لگیں۔ رات تو اسی طرح گذر گئی' صبح دس بجے تک بارکوں اور کوٹھڑیوں کے دروازے نہیں کھولے گئے۔ رفع حاجت کی بھی اجازت نہیں تھی۔ چونکہ قیدیوں کی تعداد بہت زیادہ تھی اس لئے ایک یا دو دن سے زیادہ سب کو بیڑیاں نہیں ڈال سکتے تھے۔ دوسرے دن صبح دس بجے سے پھر بیڑیاں لگانی شروع کیں۔ جن کو بیڑیاں لگ جاتی تھیں ان کو کپڑے دھلانے کے لئے گھاٹ پر لے جایا کرتے تھے۔ حالانکہ کپڑے دھونے کی ضرورت نہیں تھی محض سردی میں ان کو تکلیف دینا مقصود تھا۔ چار بجے تک یہی حال رہا ان بے چاروں کو بار بار ایسا مارتے تھے جیسا گائے بھینسوں کو موٹر سے بچانے کے لئے لاٹھی سے مارتے ہیں۔ حالانکہ وہ جیل کے قانون کے دائرے میں چل رہے تھے۔ جب چار بج چکے تو وہی منظر پھر دہرایا جانے لگا۔ بید لگانا شروع ہو گئے اور انتہا درجے کا ظلم تو یہ تھا کہ نہ ان کے علاج کا کوئی انتظام تھا اور نہ ان کو کھانے پینے کے لئے کچھ دیا جاتا تھا۔ پیاس کی وجہ سے قیدی بہت سخت تکلیف میں تھے لیکن پانی شکل بھی نہیں دکھاتے تھے۔ اللہ تعالٰی کی طرف سے ان لوگوں پر ایک امتحان تھا جس میں کہ اللہ تعالٰی نے ان کو کامیاب کیا۔ دوسرا دن بھی اسی طرح گذر گیا اور افسوس تو یہ ہے کہ روزہ انطار کے وقت بید لگائے جایا کرتے تھے۔ تیسرے

دن صبح ۸ بجے دروازے کھول دیئے گئے۔ بیڑیاں لگانا شروع کیں اور جن کو بیڑیاں لگی ہوئیں تھیں ان سے زمین کھدوانا شروع کر دی اور اگر کوئی کسی سے بات کرتا تھا تو بس لاٹھیوں کی بارش اس پر برستی۔ متعین جگہ سے ایک قدم تک نہیں ہل سکتے تھے۔ قریب بارہ بجے تک تو یہی معاملہ ہوتا رہا۔ پورے چار بجے پھر وہی مصیبت ناک منظر بنایا گیا۔ سب لوگ جمع ہو گئے کرسیاں لگائی گئیں۔ ایک ایک خدائی خدمتگار کو لایا گیا اور ٹکٹکی پر باندھ کر نہایت بے رحمانہ طریقے سے بید لگائے گئے۔ ادھر باقی ماندہ خدائی خدمتگاروں کو جبراً سامنے بٹھا کر اپنے بھائیوں کی حالت دیکھنے پر مجبور کیا گیا۔ جو نیچے دیکھتا تھا اس کے سر پر فوراً ڈنڈا لگتا تھا۔

بعض قیدیوں کے زخم بہت شدید تھے جو کہ بدن کے بیرونی حصے پر تھے اور بعض کے اندرونی زخم تھے۔ بعض کی پسلیاں ٹوٹی ہوئیں تھیں اور بعض کی انتڑیوں کو نقصان پہنچا تھا۔ اسی طرح بہت سے آدمی ہسپتال میں پڑے ہوئے تھے۔ لیکن ہسپتال میں جو مریض پہلے آئے ہوئے تھے انہوں نے تو چارپائیوں پر قبضہ کیا ہوا تھا اور جو بعد میں آئے تھے ان کو زمین پر لٹا دیا جاتا تھا۔ ان کے پاس نہ بستر تھا اور نہ چارپائی۔ پہلے دو دن تک تو کھانے کا نام ہی نہیں ہوتا تھا بعد میں پاؤ پاؤ بھر دودھ ملتا تھا۔ سردی روکنے کے لئے کوئی انتظام نہیں تھا۔ دوائی کا تو نام ہی نہ تھا۔ ہسپتال کی بے انتظامی کی وجہ سے بیماروں کی حالت نازک ہو جاتی تھی۔ جب بیمار کے رشتہ دار کو سرکاری طور سے یا اور کسی طرح پتہ لگتا تو وہ آ جاتے تھے۔ جب وہ اپنے بیمار کو طلب کرتے تھے تو یہ کہتے تھے کہ ہم بغیر ضمانت کے ملاقات نہیں کرا سکتے۔ اس کو چھوڑیں عجیب قصہ تو یہ ہے کہ جب کوئی قیدی مر جاتا تھا تو اس کے رشتہ داروں کو بغیر ضمانت مردہ نہیں دیا کرتے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ انہیں یہ ڈر تھا کہ ایسا نہ ہو مردے کی عزت اور احترام میں قوم جلوس نکالے۔ نو مہینے کے اندر ہری پور جیل میں قریباً اسی (۸۰) اموات ہو گئی تھیں۔ پچاس آدمی تو نمونیا سے مرے تھے اور تیس آدمی اسی مار پیٹ میں مر گئے۔ ایک بات اور قابل ذکر ہے کہ بہت سے ایسے آدمی مر گئے جو کہ بیماری کی حالت میں بھی ضمانت دینے پر بھی رہا نہیں کئے گئے تھے۔ ان اللّٰہ مع الصابرین۔

اب ان روپوں کے متعلق ذکر بھی کرنا ضروری ہے جو کہ جیل میں مارشل لاء کے وقت چھینے گئے تھے۔ بعد میں جب ہم نے حساب لگایا تو کل چودہ ہزار ہم سے تلاشی میں لئے گئے تھے جس میں کہ

مبلغ ساٹھ روپیہ مجھ سے بھی چھینا گیا تھا۔ اس کے بعد جو اچھی اچھی مشہدی لنگی، کلاہ وغیرہ تھی اس پر بھی قبضہ کیا گیا۔ ہم نے بعد میں بہت کوشش کی کہ ہماری چیزیں واپس دی جائیں لیکن سب بے سود۔ ہم امید کرتے ہیں کہ ہمارا بدلہ اللہ تعالیٰ ان سے لے گا اور وہ وقت دور نہیں عنقریب آنے والا ہے۔

عبدالرزاق نائب سپہ سالار، صوبہ سرحد

ماخوذ : All India Congress Committee Papers, Nehru memorial library and museum, Delhi 1934, p.22

ادارہ کی مطبوعات

۱- پاکستان کا قدیم رسم الخط اور زبان	رشید اختر ندوی	۳۰۰ روپے
۲- گفتار قائداعظم	مرتبہ احمد سعید	۶۰ روپے
۳- فاطمہ جناح، حیات و خدمات	ڈاکٹر آغا حسین ہمدانی	۸۰ روپے
۴- حیات قائداعظمؒ: چند نئے پہلو	احمد سعید	۳۰ روپے
۵- مولانا عبید اللہ سندھی کی سرگذشت کابل	مرتبہ غلام مصطفیٰ خان	۴۰ روپے
۶- اسلام کی انقلابی علمی تحریک	عبید اللہ قدسی	۲۰ روپے
۷- جمعیت العلماء ہند- دستاویزات (۲ جلدیں)	مرتبہ پروین روزینہ	۱۲۵ روپے
۸- کتابیاتی اشاریہ پاکستان ۱۹۷۹ء	مرتبہ شفیع النساء	۵۰ روپے
۹- خاکسار تحریک اور آزادی ہند	مرتبہ ڈاکٹر اے- ڈی مضطر	۱۲۰ روپے
۱۰- کشمیری مسلمانوں کی سیاسی جدوجہد	مرزا شفیق حسین	۱۰۰ روپے
۱۱- قائداعظمؒ اور راولپنڈی	منظور الحق صدیقی	۳۰ روپے
۱۲- پاک و ہند کی سیاست میں علماء کا کردار	ایچ بی خان	۱۲۵ روپے
۱۳- جنگ آزادی کے اردو شعراء	محمود الرحمان	۱۲۰ روپے
۱۴- آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس (۲ جلدیں)	مرتبہ ڈاکٹر آغا حسین ہمدانی	۲۰۰ روپے
۱۵- قائداعظمؒ کے رفقاء سے ملاقاتیں	مرتبہ سید ذوالقرنین زیدی	۷۰ روپے
۱۶- آہنگ بازگشت	محمد سعید	۱۱۰ روپے
۱۷- سفرنامہ ابن بطوطہ	مترجم پیرزادہ محمد حسین	۷۵ روپے
۱۸- آزاد کشمیر ایک سیاسی جائزہ	مرزا شفیق حسین	۲۵۰ روپے
۱۹- پیر صاحب مانکی شریف	وقار علی شاہ	۷۰ روپے
۲۰- وارث شاہ: عہد اور شاعری	عذرا وقار	۴۵ روپے